حقیقت نفاق

منافقین کی صفات اور ان کی اقسام

(از جناب مولوی صدرالدین صاحب اصلاحی)

اسلام کے مقابلہ میں دو طاقتیں ہمیشہ سے نبرد آزما چلی آرہی ہیں۔ ایک کفر، دوسری نفاق۔ تاریخ اسلامی کے ابتدائی صفحات ہمیں بتلاتے ہیں کہ اسلام کی راہ میں جتنی مشکلات کفار نے پیدا کیں وہ ان موانع کی بہ نسبت کہیں کم اور بے ضرر تھیں جو منافقین کی بدولت پیش آئے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کفار کی بھی اکثر معاندانہ کارروائیاں انھیں منافقین کی خفیہ ریشہ دوانیوں کی رہینِ منت ہوا کرتی تھیں۔ بارہا انھوں نے مشرکین کو لڑائی پر ابھارا، غزوات میں مسلمانوں کو اپنی فریب کاریوں سے نقصان پہنچایا، رسول اللہ صلعم اور صحابہ کرام کی توہین وتذلیل کی، وطن اور حسب و نسب کے جھگڑے برپا کر کے مسلمانوں کی جمعیت پراگندہ کرنے کی کوششیں کیں، تقسیم غنائم کے موقع پر کمزور ایمان رکھنے والوں کو رسول اللہ سے بدظن کیا، اسلامی نظام کے تندرست پیکر میں طرح طرح کے وبائی جراثیم داخل کرنے کی سعی کی۔ غرض ضرر رسانی کے جتنے طریقے ممکن ہو سکتے تھے ان میں سے کسی کو بھی فتنہ وشیطنت کے ان علمبرداروں نے باقی نہ اٹھا رکھا۔ کفر تو اسلام کے مقابلہ میں بے نقاب آتا ہے۔ ڈنکے کی چوٹ، اپنی عداوت کا اعلان کر کے، کھلے میدان میں دعوت پیکار دیتا ہے۔ لیکن نفاق پیشانی پر مودّت وخلّت کا لیبل لگا کر اسلام کے گھر میں بیٹھ کر، صدہا طریقوں سے اس کی بیخ کنی کرتا ہے، اور اس انداز میں کہ نگاہ ظاہر بیں کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا۔ پھر غور فرمائیے کہ کفر کے مقابلہ میں نفاق کی خطرناکیاں کتنی زیادہ کتنی دُنیا

اور کیسی کارگر ہونگی - دن کی روشنی میں زمین پر پڑے ہوئے بڑے سے بڑے اژدھے کو مار ڈالنا کچھ مشکل نہیں، لیکن جو ناگن آستین میں چھپی بیٹھی ہو اس کے زہر سے بچنا مشکل ہی نہیں تقریباً ناممکن ہے۔

خیر و شر کی کشمکش آج بھی اسی طرح جاری ہے جس طرح ابتدائے اسلام میں تھی اور آج بھی حق کے مقابلہ میں وہی دونوں طاقتیں مصروف جنگ ہیں جو بدر و احد کے میدانوں اور مدینہ کی گلیوں میں تھیں۔ وہی شرار بولہبی ہے اور وہی فتنہ عبداللہی - اگر چالیس کروڑ مردم شماری کے مسلمانوں کے خلاف اقصائے عالم میں تقریباً پونے دو ارب "ابولہب" پھیلے ہوئے ہیں تو خود ان چالیس کروڑ کے اندر بھی بے شمار "عبداللہ ابن ابی" موجود ہیں، اور دونوں اپنے اپنے طور پر قرآن اور اسلام کی جڑ کھودنے میں منہمک ہیں۔ پس جس طرح اسلام کی مدافعت اور خدمت میں اس کے حقیقی پیرووں کے لیے کفر کے اس شرار کو بجھانا ضروری ہے اسی طرح نفاق کے اس فتنہ کا سر کچلنا بھی ناگزیر ہے، بلکہ اپنی اہمیت کے لحاظ سے یہ کار خدمت اولین توجہ کا مستحق ہے۔

کس قدر حیرت کی بات ہے کہ ایک زمانہ میں تو چند ہزار اسلامی سپاہیوں کی ایک چھوٹی سی ننھی جماعت روم و ایران کی شوکتوں کو پاش پاش کرنے کے بعد بھی اپنے حوصلوں میں کوئی سستی اور اپنے جسموں میں کوئی تھکن نہ محسوس کرے، اور دوسرے زمانہ میں اسی اسلام کے نام لیوا اور اسی قرآن کے اتباع کا دعویٰ کرنے والے کروڑہا افراد اسلام کے کھلے باغیوں کے پنجۂ استبداد میں جکڑے پڑے ہوں، اور اس دنیا کے بسنے والوں کے لیے اسلامی نظام جماعت و خلافت کا تصور تک عنقا ہو جائے اور خود مسلمانوں کو اس نظام کا نام لینے سے پہلے گھر کے دروازے بند کر لینے کی ضرورت محسوس ہونے لگے! آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا حق کی فطرت بدل گئی ہے؟ کیا خدا کا قانون الٹ گیا ہے؟ کیا اس انقلاب حال کی وجہ یہ ہے کہ فطرۃ اللہ پہلے اسلام کے غلبہ کی مقتضی تھی اور اب کفر کے غلبہ کی مقتضی ہو گئی ہے؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یہ حقیقت مسلّم ہے کہ فطرۃ اللہ کبھی نہیں بدلتی تو ماننا پڑیگا کہ تغیر دراصل اسلام کی فطرت میں نہیں بلکہ خود مسلمانوں کے نفس میں ہوا ہے۔ چالیس کروڑ کے عظیم الشان عدد سے دھوکا نہ کھائیے۔ اس

تعداد میں حقیقی مسلمان کم اور منافق زیادہ ہیں، اور منافقین کی کثرت نے حقیقی مسلمانوں کی ایمانی طاقت کو بھی بے اثر بنا دیا ہے۔ اس قسم کی کثرت تعداد اسلام کے لیے وجہ مسرت نہیں باعثِ اذیت ہے۔ یہ دراصل آماس ہے جو اسلام کے جسم کو لاحق ہو گیا ہے اور اس کے اندر کی رہی سہی واقعی توانائی اور انرجی کو بھی بروئے کار نہیں آنے دیتا۔ جب وہ حرکت کرنا چاہتا ہے تو یہ آماس اس کا پاؤں پکڑ کر بیٹھ جاتا ہے۔ پس آنکھیں چرانے کا وقت نہیں، مصلحت کوشی اور مداہنت پر ہزار بار لعنت ہو۔ کفر پر ہاتھ اٹھانے سے پہلے خود اپنے جسم کے اس زہریلے آماس پر نشتر چلانے کی ضرورت ہے۔ پروا نہ کرنی چاہیے اگر اس عمل جراحی سے اس موٹے جسم کا کثیر مقدار میں خون نکل جائے۔ اگر ان چالیس کروڑ قطرہ ہائے خون میں سے تین سو تیرہ صالح قطرے بھی باقی بچ جائیں تو غم کیوں ہو؟ وہ تو اسلام کی عین صحت اور طاقت کا وقت ہوگا۔ لیکن اگر کوئی اس تجویز پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار نہیں تو پھر اسلام کی خدمت کے لیے جو راہ بھی چاہے اختیار کرے ناکامی اور محرومی کے ماسوا کچھ نہیں ہاتھ آنے کا۔ سورہ نساء کے مطالب پر غور کیجیے وہاں یہ حقیقت معلوم ہو گی کہ تحیص مومنین کس طرح اسلامی تنظیم جماعت کا اصل الاصول ہے۔ اسے ترک کر کے اسلام کی بھلائی کا کوئی کام نہ اب تک ہو سکا ہے اور نہ اب ہو سکتا ہے۔

لیکن اسے مخالف اسلام طاقتوں کی خوش قسمتی کہیے یا اسلام کی بدقسمتی کہ اب حالات جس قدر ان کے حق میں سازگار ہیں پہلے نہ تھے۔ اور ساری باتوں کو تو چھوڑیے، سب سے بڑا سوال تو یہ ہے کہ ابولہب اور ابوجہل تو اپنا نام خود بتا دیتے ہیں اور ہم انہیں پہچان کر ان کے مکائد سے بآسانی بچ سکتے ہیں، مگر یہ عبداللہ بن ابی اور عبداللہ بن سبا جو ہماری جماعت میں ایک دو نہیں لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں موجود ہیں، ان کا پتہ ہم کس طرح چلائیں؟ ان کے نام بھی مسلمانوں کے سے ہیں، ان کی زبانوں سے اسلامی مفاد کے نعرے اور اسلامی درد کے نالے بھی سننے میں آتے ہیں۔ حتیٰ کہ بسا اوقات یہ ہاتھوں میں تسبیحیں اور بغل میں مصلے بھی لیے ہوتے ہیں۔ اب کہاں وہ نگہ نبوت کی معصوم بصیرت ہے جو ان مسلمانیت کا

سوانگ بھرنے والوں کی پس پردہ ذہنیتوں کو پڑھ کر ہمیں ان کے شر سے آگاہ کرے گی؟ اور کہاں وہ پیام رسانی روح امین ہے جو ہر موقع پر اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَکٰذِبُوْنَ کہہ کر ان بلند بانگ دعاوی فریب سے متنبہ کرے گی؟ بالخصوص جبکہ ہر شعبہ زندگی پر یہ لوگ "اکابر" اور "زعمائے ملت" بنکر چھائے ہوئے ہیں۔

اس میں شبہ نہیں کہ ان دشواریوں کے پیش نظر نظری حیثیت سے بھی مومن و منافق کی تمیز اور تحیص بہت ہی مشکل اور دشوار طلب ہے مگر بحمد اللہ کہ ناممکن اور محال ہرگز نہیں ہے۔ قرآن حکیم اگر رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور دنیا کی آخری زندگی تک کے لیے قول فیصل اور فرقان بن کر آیا ہے تو یقیناً اس کی قدر و حیثیت کا تقاضا ہے کہ اس حیرانی اور دشواری کے وقت بھی وہ ہماری رہبری کرے اور اس کی آیات ایک ایک منافق کی طرف انگلی اٹھا کر بتلادیں کہ یہ آسمانی بادشاہت کا مفسد باغی جارہا ہے اس کی فتنہ پردازیوں سے بچتے رہو۔ چنانچہ جب ہم اس غرض سے قرآن پر نگاہ ڈالتے ہیں تو معاً نفاق کی پوری اور بے آمیز تصویر وہ ہمارے سامنے کردیتا ہے اور منافق کی شکل کو اس کے ایک ایک خط و خال کے ساتھ ہم اسی طرح دیکھ لیتے ہیں جس طرح دن کی روشنی میں سورج کو۔ لہٰذا مناسب اور ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ان تمام تصریحات کو مرتب کردیا جائے جو قرآن نے وقتاً فوقتاً احوال و صفات منافقین کے متعلق ہمیں دی ہیں تاکہ ہر شخص کے ہاتھوں میں ایک مکمل اور شفاف آئینہ پہنچ جائے جس میں وہ منافقین امت کی حقیقی تصویر کا عکس دیکھ لے۔ پھر ہم منافقین کے بارے میں قرآن کا حکم بھی بیان کرینگے تاکہ ہر مسلمان خود فیصلہ کرے کہ ان لوگوں کے ساتھ اسے کونسا سلوک کرنا چاہیے اور اسلامی نقطۂ نظر سے ان کے ساتھ اس کے اخلاقی تمدنی، معاشرتی اور سیاسی تعلق کی نوعیت کیا ہونی چاہیے۔

ایک شبہ بعض اہل علم کا خیال ہے کہ عہد نبوت کے بعد دنیا میں منافقین کا وجود نہیں رہا۔ اب یا تو کوئی شخص کافر ہوسکتا ہے یا مسلمان۔ کسی کے منافق ہونے کا نہ اب کوئی موقع ہے اور نہ ضرورت وعلت کیونکہ منافق صرف اس وقت ہوا کرتے تھے جب اسلام دنیوی اسباب کے لحاظ سے ناتواں اور کمزور تھا اور اس کے مقابلہ میں کفر کی مادی ہیبت چہار دانگ عالم پر چھائی ہوئی تھی جو ہر لمحہ اسلام اور متبعین اسلام کو مصائب کے طوفان میں

جھونک دینے کی تیاریاں کیا کرتی تھی۔ اس وقت مسلمان ہونا گویا موت سے چشمک زنی کرنا اور دردناک تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس لیے جو لوگ ان مصائب کو جھیلنے اور عیشِ دنیا کی قربانیاں سہنے کی اپنے اندر سکت نہ پاتے تھے وہ زبان سے آمنا و صدقنا کہا کرتے تھے اور رنج کی صحبتوں میں اور خود اپنے دل کے اندر کفر کے حامی و پرستار رہتے تھے، تاکہ مسلمانوں کے خوف سے بھی مامون رہیں اور کفار کے خوف سے بھی۔ يُرِيدُونَ اَنْ يَّاْمَنُوكُمْ وَيَاْمَنُوا قَوْمَهُمْ ۔ لیکن جب حالات منقلب ہو چکے، اسلام کی مغلوبیت اور کمزوری، طاقت و غلبہ سے بدل چکی، اور کفار کے ان خطرات کا اندیشہ نہ رہا جو اسلام کے دورِ مظلومیت میں تھا تو پھر کوئی منافقت اختیار کرنے کی ضرورت کیوں محسوس کرنے لگا؟ اگر وہ قرآن کو حق تصور کرتا ہے تو کھلے بندوں اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کرے گا اور اگر وہ اس پر ایمان نہیں رکھتا تو پھر زبان سے آمنا کہنے کی نہ کوئی مصلحت ہے نہ ضرورت۔

نفاق کی حقیقت یہ شبہ دراصل لفظ نفاق اور منافق کی حقیقت، اس کے محرکات، اس کے مصالح اور اس کے مظاہر پر پوری وسعت اور سنجیدگی سے غور نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ اگر مذکورۂ بالا دلیل بغیر ردّ و قدح کے تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ یہ لازم آتا ہے کہ منافق کی یہ خاص قسم اب نہیں پائی جا سکتی یعنی اس خاص مقصد اور مصلحت کی بنا پر اب کوئی شخص منافقت نہیں اختیار کر سکتا۔ اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اب نفاق کسی شکل میں موجود ہی نہیں رہا۔ منافق کی اگر ایک قسم اور منافقت کی اگر ایک علت نہیں رہی تو اس کے علاوہ متعدد اقسام اور علل اب بھی موجود ہیں اور ملت اسلام کی تباہی و بربادی کا کام نہایت ہوشیاری اور کامیابی سے سرانجام دے رہی ہیں۔ شیطان کے سیکڑوں ہاتھوں میں سے ایک ہاتھ اگر ٹوٹ جائے تو یہ کتنی بڑی نادانی اور بے بصری ہوگی کہ اسے ناکارہ اپاہج اور لولا سمجھ لیا جائے۔ نفاق کا مفہوم اس کے سوا کیا ہے کہ زبان سے خدا کی خدائی اور رسول کی رسالت کا اقرار کیا جائے مگر دل میں خدا کے قانون اور رسول کی ہدایت سے کوئی لگاؤ نہ ہو، اور آئینِ قرآنی کے مقابلہ میں دنیوی مصالح، نفسانی رجحانات

اور جسمانی لذائذ زیادہ مرغوب ہوں بلکہ انھیں مصالح اور لذائذ کے حصول اور تحفظ کے لیے ایمان اور اسلام کو آڑ بنایا جائے۔ چنانچہ قرآن نے نفاق کی حقیقت کو خود ہی کئی جگہ کھول کھول کر بیان کیا ہے:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِينَ يُخَادِعُونَ اللَّهَ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَمَا يَخْدَعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ (بقرہ-۲)

اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور روز جزا پر ایمان لائے حالانکہ اندر سے وہ مومن نہیں وہ (بزعم خود) اللہ کو اور مسلمانوں کو فریب دینا چاہتے ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ اپنے سوا کسی کو فریب نہیں دیتے مگر انہیں اس حقیقت کا شعور نہیں۔

..... الَّذِينَ قَالُوا آمَنَّا بِأَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ (مائدہ-۶)

جو اپنے منہ سے تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے مگر ان کے دل میں ایمان کا شائبہ نہیں۔

إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللَّهِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ (المنافقون-۱)

جب منافق تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق (اپنے ادعائے ایمان میں) جھوٹے ہیں۔

وَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِنْكُمْ وَلَٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرَقُونَ (توبہ-۷)

اور یہ لوگ اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ وہ تو بالکل بزدل لوگ ہیں۔

اعراب کے دعوائے ایمان کے متعلق فرمایا جاتا ہے کہ:

قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُلْ لَمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِنْ قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ

اعرابی کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے، ان سے کہدو کہ نہیں تم ایمان نہیں لائے بلکہ یوں کہو کہ ہم مطیع ہو گئے

الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ۔ (حجرات - ۲) ہیں (یعنی بظاہر مسلمان ہیں) ورنہ ایمان کا تو ابھی تک تمہارے دلوں میں گذر تک نہیں ہوا ہے۔

یعنی بظاہر اطاعت کر لینا ایمان کی دلیل اور سند نہیں ہے۔ ایسے "مسلمان" کو مومن ہونے کا نام تک نہیں لینا چاہیے یہ وہ مسلمانیت ہے جس کی تہ میں خالص کفر کے سوا کچھ نہیں۔ ایسے "مسلمان" اس اعلان واقرار کے پہلے جس طرح کافر تھے، اللہ عالم الغیب کہتا ہے کہ ویسے ہی اس کے بعد بھی کافر ہے وَإِذَا جَاءُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ (مائدہ - ۹)

یہ ہے نفاق کی ماہیت جو ان آیات کے اندر جھلک رہی ہے۔ انہیں تصریحات کو سامنے رکھکر علمائے اصطلاحاتِ شرعیہ نے نفاق کی تعریف اس طرح کی ہے:

هُوَ الدُّخُولُ فِي الشَّرْعِ مِنْ بَابٍ وَالْخُرُوجُ عَنْهُ مِنْ بَابٍ۔[1]

پھر اس دخول و خروج کا محرک ہونا صرف ایک ہی شے تک تو محدود ہے نہیں۔ اس کے بیسیوں محرکات ہو سکتے ہیں۔ البتہ سب کی تہ میں حقیقت اور روح ایک ہی ہو گی اور ہو سکتی ہے یعنی قرآن پر عدم یقین اور دنیا پرستی۔ چنانچہ آگے کی تفصیلات میں آپ پائیں گے کہ تقریباً ہر گروہ منافق کے ادعائے ایمان پر عالم غیب انھیں جھوٹے، کذاب، منکر قرآن اور محارب اسلام کے خطاب سے یاد کرتا ہے۔

منافقین کی اقسام اگرچہ نفاق کی اصل اور روح ہر جگہ ایک ہے لیکن اس کے مظاہر میں کافی تعدد پایا جاتا ہے۔ اس لیے ہم کو دیکھنا چاہیے کہ قرآن کی رو سے منافقین کی کتنی اقسام ہیں اور ہر قسم کی امتیازی خصوصیات کیا ہیں۔

بناوٹی مسلمان (۱) ایک قسم کے منافق وہ تھے جو اپنے قدیم مذہب پر سختی کے ساتھ جمے ہوئے تھے مگر بظاہر اسلام قبول کرنے کا اعلان محض اس لیے کرتے تھے کہ بعد میں مرتد ہو کر اسلام سے دنیا کو متنفر کریں اور لوگوں سے کہیں کہ اگر اسلام حق مذہب ہوتا ہم اسے قبول کر کے چھوڑ کیوں دیتے؟ قرآن اس گروہ کا ذکر بدیں الفاظ کرتا ہے۔

---

[1] ایک دروازہ سے حلقۂ اسلام میں داخل ہونے اور دوسرے سے نکل آنے کو نفاق کہتے ہیں۔ (مفردات امام راغب اصفہانی)

وَقَالَتْ طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (آل عمران ۸)

اہل کتاب میں سے ایک گروہ لوگوں کو سکھاتا ہے کہ مسلمانوں پر جو قرآن نازل ہوا ہے اس پر صبح کو ایمان لاؤ اور شام کو انکار کر دو تاکہ دوسرے بھی تمہیں دیکھ کر اس دین سے پھر جائیں۔

اسلام کی اجتماعی طاقت کو توڑنے اور اس کی ہوا اکھاڑنے کے لیے دشمنانِ الٰہی کا یہ کتنا موثر نفسیاتی حربہ تھا۔ آج یہ حربہ ایک دوسری طرح استعمال ہو رہا ہے۔ بعض پیدائشی اور خاندانی مسلمان اسلام کو اعتقاداً اور عملاً چھوڑ کر کسی دوسرے اجتماعی مسلک پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر اس مسلک کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں جس سے لوگوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ اگر اسلام میں اجتماعی فلاح کی کوئی صورت ہوتی تو یہ مسلمان زادے کیوں فلاں "ازم" اور فلاں "ایت" کے پیچھے دوڑتے پھرتے۔ (حالانکہ یہ مسلمان زادے مسلمان کب تھے؟ یہ اسلام سے واقف کب ہوئے تھے کہ ان کے ترک اسلام سے یہ استدلال کیا جا سکے کہ انھوں نے اسلام اور کسی دوسرے "ازم" کا موازنہ کر کے موخر الذکر کو بہتر پایا؟) ہندوستانی مسلمانوں کو بڑے بڑے علمبرداران حریت مسلمان علمبرداران حریت— یہ سبق دیتے اور نہایت لسّوی سی سمجھاتے ہیں کہ اس دور تجدید میں اس پرانے اسلام کو دلیس پھیر دو جو ایک خاص ماحول اور ایک خاص قوم کی اصلاح کے لیے تھا دنیا ہزار ہا منزلیں آگے نکل چکی ہے اب اس کے اصول کام نہیں دے سکتے۔ اب ایک نیا اسلام بناؤ— رضا شاہ اور اتاتورک کو دیکھو آخر وہ بھی تو مسلمان ہیں بلکہ اسلام کی تلوار ہیں۔ اگر اسلام کے وہ قدیم اصول آج کام کے ہوتے تو یہ لوگ کیوں انھیں چھوڑ کر سوئٹزرلینڈ اور فرانس کے قوانین اختیار کرتے؟ اس قسم کا وعظ "مسلمان" زعماء اور اہلِ قلم حضرات مسلمانوں کو برابر سنا رہے ہیں، لیکن چونکہ زمانہ ہے آزاد خیالی اور روشن خیالی کا اس لیے انھیں منافق نہیں کہا جاتا بلکہ یہ اسلام کے دوست، محافظ اور رہنما کہلاتے ہیں۔

دشمنانِ اسلام کے جاسوس (۲) اسلامی نظام کی تباہی کے لیے قرن اول کے منافقین کبھی ایک اور راستہ اختیار کرتے تھے۔ وہ اسلام کا دعویٰ کر کے مسلمانوں کی جمعیت میں گھس جاتے تھے اور گھسے رہتے تھے تاکہ ان کے سیاسی عزائم و تدابیر کی ٹوہ لگاتے رہیں اور اپنی قوم کو یا دوسرے اعدائے اسلام کو ان سے باخبر کرتے رہیں۔ قرآن میں متعدد مقامات پر اس شر انگیز گروہ کے وسائس کو عریاں کیا گیا ہے:

وَيَقُولُونَ طَاعَةٌ فَإِذَا بَرَزُوا

منہ سے تو یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اطاعت گذار

مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِي تَقُولُ ...... وَإِذَا جَآءَهُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ (النساء - ۱۱)

ہیں مگر جب تمہارے پاس سے اٹھ کر جاتے ہیں تو ان میں سے کچھ تمہاری گفتگو اور تلقین کے برعکس دوسری ہی باتوں کا مشورہ کرتے ہیں ..... اور جب ان کے پاس امن یا خوف کی کوئی خبر آتی ہے تو اسے (اہل حل وعقد کے پاس صیغۂ راز میں رکھنے کے بجائے) مشہور کر دیتے ہیں۔

دوسری جگہ ہے:

فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ - (مائدہ - ۸)

تم دیکھو گے ان لوگوں کو جن کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے، کہ وہ اہل کتاب میں بڑی دوڑ دھوپ کرتے پھرتے ہیں۔

ایک اور مقام پر منافقین کی یہ صفت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ نُهُوا عَنِ النَّجْوَى ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا نُهُوا عَنْهُ وَيَتَنَاجَوْنَ بِالْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُولِ (مجادلہ - ۲)

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھیں سرگوشیاں کرنے سے منع کیا گیا تھا پھر وہ باز نہیں آئے اور برائی اور عدوان اور نافرمانی رسول کی باتیں کرتے رہتے ہیں

ان کے سینے ایک ایسے تنور کے مانند تھے جس میں اسلام کی نفرت اور عداوت کی آگ ہر دم جلتی رہتی تھی وہ مسلمانوں کی برتری اور خوشحالی کو دیکھ کر غصہ سے پاگل ہو جاتے، اور انھیں مصائب و آلام میں گھرا دیکھ کر قلبی سکون و مسرت محسوس کرتے۔ قرآن نے ان کی اس کینہ جوئی کے مکروہ چہرہ سے یوں نقاب اٹھایا ہے:۔

وَإِذَا لَقُوكُمْ قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَوْا عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ...... إِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِبْكُمْ

جب یہ لوگ تم (مسلمانوں) سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم مومن ہیں اور جب علٰحدہ ہوتے ہیں تو غصے کے مارے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں ..... اور اگر تمہارا

سَیِّئَۃٌ یَّفْرَحُوْا بِھَا۔ (آل عمران ۱۲) کوئی بھلا ہوتا ہے تو ان کو رنج پہنچتا ہے اور اگر تمہیں کوئی گزند پہنچتا ہے تو بہت مگن ہوتے ہیں۔

جن لوگوں کو ترکی سلطنت کی پچھلی داستانیں معلوم ہیں وہ جانتے ہیں کہ کس طرح عثمانی خلافت کا قلب اس نوع کے منافقین اسلام کی سازشوں کا مرکز بن گیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس اور انگلستان نے پیہم ہزیمتیں دیکر ترکوں کو بالکل نیم جان کر دیا اور پھر ان میں جان اس وقت آئی جب خلافت اسلامی نے پوری طرح دم توڑ لیا۔ ابھی یہ سلسلہ بند نہیں ہوا ہے اور نہ اس وقت تک بند ہو سکتا ہے جب تک اسلامی طاقت و حکومت کا کوئی دھندلا سا نشان بھی باقی ہے۔ کتنے ہی اہل فرنگ اب بھی اسی حربے سے کام لے رہے ہیں۔ مسلمان بن کر سلاطین عرب کے خاص مشیرانِ سلطنت میں شامل ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کی زمام قابو میں رکھنے اور انھیں اپنا آلۂ کار بنانے کے لیے یہ نسخہ کتنا مجرب اور کامیاب ہے۔

مذہبی گروہ بندی کرنے والے لوگ (۳) منافقین کا ایک طبقہ وہ تھا جو مسلمانوں کی جماعت میں محض تفریق اور فتنہ و فساد برپا کرنے کی خاطر اسلام کا لیبل لگائے رہتا تھا۔ یوں تو جماعتی زندگی کے لیے تفرقہ عموماً مضرت رساں ہوتا ہے، لیکن خصوصیت کے ساتھ جو تفرقہ مذہب اور حق پرستی کی آڑ میں نمودار ہوتا ہے وہ ایسا زہرِ ہلاہل ہے جس کا کوئی تریاق نہیں۔ منافقین نے اس نسخہ کو بھی پورے حزم و احتیاط کے ساتھ آزمایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کفرزارِ مکہ سے مایوس ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت فرما ہوئے تو ابتدا میں آپ نے شہر سے تین میل کے فاصلہ پر قبا نامی ایک مقام پر چند روز قیام فرمایا تھا (باختلاف مورخین چار دن یا چودہ دن وہاں قیام رہا)۔ اس اثنا میں باقاعدہ اور باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے آپ نے اپنے دست مبارک سے ایک مسجد کی بنا ڈالی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہوئی۔ ۹ھ میں ابو عامر راہب کے اشارے پر منافقین نے اس کے قریب ہی ایک اور مسجد بنائی اور مشہور کیا کہ کمزور اور مجبور لوگوں کیلیے، جو بارش یا رات کی تاریکی میں اس مسجد تک نہیں جا سکتے، ہم نے یہ انتظام کیا ہے، اب وہ یہیں نماز پڑھیں گے۔ تعمیر ہو چکنے کے بعد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان منافقین نے استدعا کی کہ آپ بطور تبرک اس کا افتتاح فرمادیں، اس کے بعد ہم نماز پڑھیں گے۔ قبل اس کے کہ آپ ان کی خواہش کو عملاً شرف پذیرائی بخشتے، عالم الغیب نے ان بدطینت لوگوں کی مکروہ لیکن سخت خوفناک چالوں کا راز فاش کرتے ہوئے آگاہ کیا کہ:

"اور (ایک قسم کے منافقین وہ بھی ہیں) جنھوں نے اس غرض سے ایک مسجد تیار کی ہے کہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرکے انھیں نقصان پہنچائیں اور خدا کے ساتھ کفر کریں اور ان لوگوں کے لیے کمین گاہ بنائیں جو پہلے اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کر چکے ہیں۔ (مسجد کی تعمیر تو اس فتنہ اور عداوت کی نیت سے عمل میں آئی ہے لیکن جب پوچھا جائیگا تو) قسمیں کھا کر کہیں گے کہ خیر اور نیکی کے سوا ہمارے ارادوں میں کوئی چیز نہیں۔ مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ (پس اے پیغمبر) تم اس مسجد میں ہرگز نماز نہ پڑھنا .... (توبہ - ۱۳)

مسجد یعنی خداپرستی اور امن و صداقت کے مرکز اور وحدت و اخوت کے سرچشمہ کو نفس پرستی اور تفرقہ انگیزی کا ذریعہ بنانا کچھ اسی زمانہ کے منافقین کی خصوصیت نہیں تھی۔ کیا آپ اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ رہے ہیں کہ اس مرکز وحدت و جمعیت کو آج بھی اسی طرح تفریق بین المومنین کا ذریعہ بنایا جا رہا ہے۔ مدینہ کے دشمنان حق نے تو ایک مسجد ضرار بنائی تھی لیکن یہاں علمبرداران حق نے مشرق سے مغرب تک ہزارہا ایسی مسجدیں بنا رکھی ہیں اور تبلیغ حق کے نام پر امت کو دعوت نزاع دے رہے ہیں۔ اسلام دشمنی کی یہ انتہائی خطرناک صورت تھی جسے منافقوں نے اختیار کیا تھا کہ فتنہ کو آشتی، شر کو خیر اور معصیت کو نیکی کے پردہ میں پیش کیا جائے یا بالفاظ دگر خیر و صلاح ہی سے شر و فساد کا کام لیا جائے۔ ان منافقوں پر تو سو بار لعنت کی جاتی ہے جنھوں نے آغاز اسلام میں ایسی شر انگیز حرکت کی تھی، اس حد تک کہ خدا نے صاف صاف ان پر نفاق کا الزام قائم کر دیا ہے۔ لیکن کیا تصور فرمائیں گے آپ دور حاضر کے ان پیشوایان دین کے متعلق جنھوں نے دین کو اپنی اہواء و آراء کی آماجگاہ بنا رکھا ہے؟ جو اسلام کے نام پر امت کے ٹکڑے ٹکڑے کر رہے ہیں، جن کی مسجدوں کے دروازوں پر موٹے موٹے

حرفوں میں لکھا رہتا ہے کہ "اس مسجد میں کوئی وہابی نہ گھسے" "یہ مسجد اہل حدیث کی ہے، کوئی مقلد اس میں نماز نہیں پڑھ سکتا" "یہ مسجد فلاں فرقہ کی ہے دیگر فرقوں کو اندر قدم رکھنے کی اجازت نہیں" — اور ایسی ہی دوسری عبارتیں جنھیں پڑھکر آنکھیں فرطِ حیرت سے اور دل شدتِ الم سے پھٹ جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ گو اعمال اور نتائج ایک سے ہیں لیکن نیتوں میں فرق ہے۔ اس وقت مسلمانوں میں جو مذہبی گروہ بندیاں ہیں ان کی تخلیق میں وہ غرض و غایت ہرگز نہیں جو اُن منافقین کے پیش نظر تھی۔ مگر اول تو ہمیں یہی نہیں معلوم کہ نیتیں متعین کس طرح کی جاسکتی ہیں؟ آخر مسجد ضرار کے بانیوں کی زبان سے بھی تو اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى کا ہی نعرۂ خلوص سنا گیا تھا۔ پھر اگر فرض کر لیا جائے کہ ان مدعیان اسلام کی نیتیں بالکل خالص اور بے لوث ہی ہیں تب بھی کیا سنکھیا کسی شخص کو موت کے حوالہ کرنے سے اس لیے باز رہ سکتی ہے کہ کھلانے والے نے اسے تریاق سمجھ کر کھلایا تھا؟ اگر یہ صحیح نہیں تو یہ کس طرح صحیح ہے کہ کعبہ سے کفر کی تبلیغ کرنا محض اس وجہ سے درگزر کے قابل ہے کہ تبلیغ کرنے والے کی نیت صاف ہے۔ افسوس ہے کہ یہ مصیبت جتنی ہی سخت اور ہولناک ہے اس سے اتنی ہی بے پروائی اور مداہنت برتی جارہی ہے۔

نسلی اور وطنی افتراق پیدا کرنیوالے مفسد (۴) تفرقہ انگیزوں کا ایک دوسرا گروہ وہ تھا جو مہاجرین اور انصار میں نسلی، قومی اور وطنی عصبیتیں پیدا کرنے میں سرگرم رہتا تھا، اور مسلمانوں کی جماعت میں اس مقصد سے گھسا رہتا تھا کہ موقع پاکر نسلی اور وطنی حمیت جاہلیہ کو ابھار کر اس جماعت کی طاقت فنا کردے۔ منافقوں نے یہ شرارت کئی بار کی غزوۂ بنی المصطلق کے موقع پر تو اسی شرارۂ قومیت نے سارے اسلامی خرمنِ اتحاد کو جلا کر خاکستر کردیا تھا اگر رسول اللہ کی مستحکم تربیت نے صحابہ کرام کو ان جہل پرستیوں سے بلند و بالا نہ کردیا ہوتا۔ ایک انصاری اور ایک مہاجر میں معمولی سی جھڑپ ہوگئی تھی۔ سید المنافقین عبداللہ ابن اُبَی نے موقعہ غنیمت جانا۔ انصار کو اپنے نسلی اور قومی مفاخر یاد دلائے اور کہا کہ یہ غیر ملکی اب تمہاری آستین کے سانپ بن گئے ہیں، کل تک تمہارے رحم و کرم پر جی رہے تھے، آج تمہارے منہ لگ رہے ہیں بلکہ نہیں — خود ذلیل ہوتے ہوئے — ذلیل اور کمتر سمجھ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فوراً ان کے فتنہ سے لوگوں کو متنبہ کیا اور عزت و ذلت کے جاہلی تخیلات کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ:

يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۔ (منافقون - ۲)

یہ منافق کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ لوٹے تو عزت والا (اہل مدینہ) ذلیل لوگوں (آنحضرت اور مہاجرین) کو وہاں سے نکال باہر کرے گا۔ حالانکہ اصلی عزت تو اللہ ہی کیلیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور مومنوں کے لیے۔ لیکن یہ منافق جانتے نہیں۔

اس قسم کے منافقوں کا تو آج عالم اسلامی میں جال بچھا ہوا ہے۔ اپنی جاہلی اغراض کی خاطر آئے دن نسلیت اور وطنیت کے سوالات اٹھا کر امت مسلمہ کے، جس کا کبھی ایک قبلہ اور ایک مرکز تھا، اب بے شمار قبلے اور مختلف مرکز بنائے جاچکے ہیں۔ فرق اگر ہے تو صرف یہ کہ منافقین غیر مسلم گھرانوں میں پیدا ہوئے تھے اور آج کے دشمنان قرآن مسلمان گھروں میں پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن جس طرح وہ پیشرو اپنی سفلی اغراض اور نفسانی رجحانات کی تکمیل کے لیے اسلامی نظام جماعت کو ڈھانا ضروری سمجھتے تھے اسی طرح ان کے مقلدین بھی اس نظام کو توڑنے ہی میں اپنے نفس کی فلاح سمجھتے ہیں۔ مگر جس طرح وہ اپنی تکمیل اغراض کے لیے اسلام کا نقاب اوڑھنا ضروری سمجھتے تھے اسی طرح یہ بھی مسلمانیت کا لبادہ اتار پھینکنا مصلحت کے خلاف سمجھتے ہیں۔ بلکہ کوشش کرتے ہیں کہ وطنیت کی چھری سے اسلامی نظام جماعت کو ذبح کرتے وقت بھی زبان بسم اللہ اللہ اکبر کے ورد سے ایک لمحہ کے لیے غافل نہ ہو۔

مطلب پرست اور دورنگے لوگ (۵) منافقین کا ایک گروہ وہ ہوتا ہے جن کے سامنے اپنے ذاتی دنیوی فوائد ہوتے ہیں۔ یہ لوگ ہر اُس راہ پر چلنے سے گریز کرتے ہیں جو ان کے لیے کوئی جانی یا مالی خطرہ پیدا کرنے والی ہو خواہ وہ حق کی راہ ہو یا باطل کی۔ یہ لوگ ابن الوقت اور موقع پرست ہوتے ہیں ان کو حق اور باطل کے جھگڑے سے کوئی دلچسپی نہیں ہوتی۔ صرف اپنے شخصی مفاد سے دلچسپی ہوتی ہے جسکی خاطر وہ مسلمانوں سے بھی ملے رہنا چاہتے ہیں، اور کفار سے بھی تاکہ معرکۂ کفر و اسلام میں واقعات کا اونٹ جس کروٹ بیٹھے اسی

کروٹ پر یہ بھی بآسانی پلٹ جائیں - ابتدائے اسلام میں بھی ایسے منافقین کی ایک اچھی خاصی تعداد موجود تھی - چنانچہ قرآن ان کی باطنی وظاہری خصوصیات کا تفصیلی خاکہ اس طرح کھینچتا ہے:

"اور بعض لوگ ایسے ہیں جو زبان سے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے حالانکہ وہ دل سے ایمان نہیں لائے ہیں (محض بربنائے مصلحت یہ کہکر) وہ خدا اور ایمان لانے والوں کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، حالانکہ وہ اس طرح خود اپنے ہی کو دھوکا دے رہے ہیں جبکہ وہ شعور اور ادراک نہیں رکھتے ...... اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (قانون اسلام کے مکمل تابع ہو جاؤ اور) زمین میں فساد نہ برپا کرو تو کہتے ہیں کہ ہم تو (کفار اور اہل اسلام کے باہمی جھگڑوں سے الگ رہ کر) صلح کل کی پالیسی پر عمل پیرا ہیں - یاد رکھو! یہی لوگ حقیقی مفسد ہیں (جو یک طرفہ صاف راہ نہیں اختیار کرتے) لیکن وہ اس حقیقت کو سمجھتے نہیں - اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ (اس دورنگی کو چھوڑ کر) اسی طرح ایمان لاؤ جس طرح کہ اور اہل اسلام ایمان لائے ہیں تو کہتے ہیں کہ کیا ہم بھی اُس طرح ایمان لائیں جس طرح بے وقوف غیر مآل اندیش اور نامصلحت شناس لوگ ایمان لائے ہیں؟ لیکن یاد رکھو! واقعی احمق اور ناانجام شناس یہی لوگ ہیں مگر وہ اس راز کو بوجھتے نہیں - اور جب مسلمانوں سے یہ لوگ ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ (مثلاً ہم بھی مومن ہیں) اور جب تنہائی میں اپنے شیطانوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو یونہی مسلمانوں سے مذاق کرتے ہیں اور انھیں بیوقوف بناتے ہیں۔" (بقرہ - ۲)

خط کشیدہ فقروں پر غور کیجیے، یہ لوگ خدا کے قانون کی پیروی اور رسول کی کامل اطاعت کو فساد اور نقض امن کی بنا سمجھتے تھے - قرآنی اوامر ونواہی پر خلوص قلب کے ساتھ عمل کرنے کو "بے وقوفی" سے

تعبیر کرتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ کیسے احمق اور ناعاقبت اندیش لوگ ہیں جو کھلم کھلا قرآن کی حاکمیت تسلیم کرکے عرب و عجم کی دشمنی مول لیتے اور اپنے عیش و آرام کو برباد کرتے ہیں۔ مصلحت وقت کا تقاضا تو یہ ہے کہ ہر فریق سے نباہتے چلو، ہر ایک سے اپنا مقصد حاصل کرو، اگر مسلمان شکست کھائیں تو کفار سے دوستی قائم رکھنے کا صلہ ملیگا، گیہوں کے ساتھ گھن نہ پسے گا۔ اگر مسلمان فتح یاب ہوئے تو مسلمانوں میں شامل رہنے کا فائدہ حاصل ہوگا، جو دنیوی فوائد دوسرے مسلمانوں کو حاصل ہونگے ان میں حصہ بٹانے کا موقع ملیگا۔ اور یہ دوہرا نفع اس طرح حاصل ہوگا کہ نہ اپنا ایک حبہ خرچ کرنا پڑے اور نہ اپنے پسینے کا ایک قطرہ بہانا پڑے۔ دیکھو ہمارا طریقہ کس قدر مصالحانہ اور امن آفریں ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ رسول کی کامل اطاعت کیوں ضروری ہو؟ ہر شریعت اپنی اپنی جگہ درست اور حق ہے، ایک کو دوسرے پر فضیلت کی کیا وجہ؟ امن اور صلاح کا راز اسی میں ہے کہ ہر ایک کو برحق قرار دو اور اس حق و باطل کے جھگڑے میں کسی کے ساتھ شریک نہ ہو۔

آگے چل کر اسی سلسلہ میں قرآن مجید ان لوگوں کی حالت کو ایک تمثیل کے پیرائے میں یوں بیان کرتا ہے:-

"یا ان منافقوں کی مثال اس شخص کی سی ہے جو کسی ایسی بارش میں گھر گیا ہو جس میں کئی طرح کی تاریکیاں ہیں، کڑک ہے، بجلی ہے۔ کڑک ایسی سخت کہ جان کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیے لیتے ہیں اور بجلی کا ایسا زور کہ آنکھیں اندھی ہوئی جا رہی ہیں۔ اور کافروں کو چاروں طرف سے خدائے قادر و توانا نے گھیر رکھا ہے۔ جب ان کے سامنے بجلی چمکتی ہے تو اس کی روشنی میں دو قدم چل لیتے ہیں اور جب ان پر تاریکی چھا جاتی ہے تو ٹھٹک کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔" (بقرہ - ۲)

پچھلی تفصیل میں ان منافقین کی تصویر باطنی کے جو گوشے کسی قدر تاریکی میں رہ گئے تھے اس تشبیہ نے ان سب کو روشنی میں کر دیا ہے۔ یہاں یہ بھی ظاہر کر دیا گیا کہ وہ اپنی اس دورنگی کو نباہتے

کس طرح سے اور مسلمانیت کے ظاہری دعوی کا حق کس حد تک ادا کرتے تھے - قرآن پر ان کا اعتقاد تو تھا نہیں، محض اپنے دنیوی مفاد اور مقاصد کی خاطر زبان سے ایمان ایمان کا شور مچایا کرتے تھے اس لیے جب قرآن کے ہلکے اور بے ضرر احکام کا معاملہ ہوتا تو اس پر بڑی مستعدی اور تندہی سے عمل کرکے اپنی اسلامیت کا اظہار کرتے - لیکن جب سخت احکام کی باری آتی، جب عیش و آرام اور لذات دنیوی کی قربانی کا مطالبہ ہوتا تو یکایک سارا جوش ایمانی سرد ہو کر رہ جاتا - دہشت اور حیرانی کی تاریکیوں میں گھر جاتے اور موت کی سی غشی طاری ہونے لگتی - رب العالمین کے احکام جو دوسروں کے حق میں باران رحمت تھے وہ ان بدنصیبوں کے حق میں بجلی کے جان ستاں کڑکے بن گئے تھے کہ سنتے اور موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے -

گویا ان منافقین کا مرکزی وصف یہ تھا کہ احکام الٰہی کی تعمیل ان پر سخت شاق گذرتی تھی اور خدا کی شریعت ان کے لیے رحمت و نعمت ہونے کے بجائے الٹی مصیبت اور زحمت بن جاتی تھی

(باقی)

تنقیحات

تالیف

سید ابوالاعلیٰ مودودی

یہ مولف کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن میں اسلام اور مغربی تہذیب کے تصادم، اور اس سے پیدا شدہ مسائل پر تنقیدی اور تعمیری دونوں حیثیتوں سے بحث کی گئی ہے مسلمانوں کی زندگی پر جن جن پہلوؤں سے مغربی تہذیب و تمدن اور مغربی تعلیم نے اثر ڈالا ہے قریب قریب ان سب پر ان مضامین میں روشنی ڈالی گئی ہے اور ان الجھنوں کو صاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو مغرب سے مرعوب اور اسلام سے ناواقف ہونے کی بدولت عموماً مسلمانوں کے ذہن میں پیدا ہو گئی ہیں۔

ضخامت ۲۰۴ صفحات - قیمت ۱۲/ - مجلد عہ

پتہ - دفتر ترجمان القرآن ملتان روڈ - لاہور